ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ ستمبر ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

ہدیہ ۴/

سلامِ قاسم

جناب سید قاسم علی صاحب قاسم دہلوی شجاع آباد

سلام ان پر جو بن کر رحمۃ للعالمیں آئے
سلام ان پر جو بن کر شاہِ ختم المرسلیں آئے

سلام ان پر جو بن کر سرگروہِ سالکیں آئے
سلام ان پر جو لے کر نورِ ربّ العالمیں آئے

سلام ان پر جنھوں نے دین پھیلایا پہاڑوں میں
سلام ان پر جو بن کر دہر میں ہادیٔ دیں آئے

ضیائے نورِ وحدت سے کیا روشن زمانے کو
سلام ان پر جو بن کر شمعِ وحدت بالیقیں آئے

ہمیں قاسم ازل ہی سے ملی ہے نعمتِ عظمیٰ
کہ بن کر ہم غلام شاہِ ختم المرسلیں آئے

یک جا ہیں آج شعلہ و شبنم، کسے کہیں

دھندلا گئے ہیں دیدۂ انجم، کسے کہیں
ہر سو بپا ہے ایک تلاطم، کسے کہیں

ہر رہ گزر پہ موت مسلط ہے الحذر
ہر گام پر ہے زیست کا ماتم، کسے کہیں

ویرانیٔ چمن میں ہے اہلِ چمن کا ہاتھ
شیرازۂ بہار ہے برہم، کسے کہیں

لوٹا گیا جہاں کا تقدس، ہزار حیف
چھینی گئی ہے عظمتِ آدم، کسے کہیں

آقا کوئی تمیز نہیں نور و نار میں
یک جا ہیں آج شعلہ و شبنم، کسے کہیں

یہ وارداتِ قلب، یہ رودادِ درد و غم
تیرے بغیر سیدِ عالم، کسے کہیں

ضیاء الحسن ضیاء

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۶ | جمعۃ المبارک ۹ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۶۰ء | شمارہ ۵

آفتاب رسالت کا طلوع

صلی اللہ علیہ وسلم

تاریکی اور روشنی

رات کا وقت ہو بادل چھائے ہوئے ہوں۔ اس گھپ اندھیری رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ جب آسمان پر تارے چمکنے لگتے ہیں مخلوق خدا کو قدرے سہولت ہو جاتی ہے وہ ستاروں کی روشنی میں سفر کرتے راستوں کا پتہ لگاتے اور سمت معلوم کرتے رہتے ہیں اور جب چاند چڑھتا ہے اندھیرے کو اچھی خاصی شکست ہو جاتی ہے۔ عالم پر روشنی کی سفید چادر بچھ جاتی ہے لیکن جب غروب ہو جائے۔ پھر ظلمت ہو جاتی ہے اور رات کے پچھلے حصہ میں جب چاند اور تارے ایک ایک کرکے ڈوب جاتے ہیں۔ اندھیرا اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ کوتاہ بینوں پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ ظلمت کا یہ کمال اس کے زوال کی نشانی ہے۔ اور اس کو آخری اور مکمل شکست دینے کیلئے آفتاب جہاں تاب کا وقت قریب آ رہا ہے۔ چنانچہ جلد ہی افق مشرق سے پو پھٹنے لگتی ہے

نور

یہ صبح صادق منبع نور آفتاب کی آمد کا سچا اور یقینی خبر دہندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر گزرتی ہے کہ سیاروں کا بادشاہ جلوہ افروز ہو جاتا ہے۔ اور اس کی پہلی ہی کرن تاریکی کے لئے پیام موت ثابت ہوتی ہے۔

روحانی ظلمت و نور

بعینہ یہی مثال سمجھیں کفر و اسلام ضلالت و ہدایت کی۔ ممکنات کی حقیقت عدم ہے عدم، ظلمت اور شر لازم و ملزوم ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے عالم امکان پیدا فرما کر اس میں اشرف المخلوقات حضرت انسان کو بھیج دیا تو از راہ کرم ساتھ ہی وحی آسمانی کی روشنی بھی بھیج دی۔ جوں جوں نسل انسانی پھیلتی گئی۔ ضروریات زیادہ ہوتی گئیں۔ آسمانی ہدایت کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ آسمانی ہدایت پر ہزاروں لاکھوں تارے جگمگائے اور چاند چڑھے اور ایک ایک کرکے ڈوبتے چلے گئے اور جب یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پانچ چھ سو سال تک بالکل منقطع ہو گیا—— اہل عالم کفر و ضلال اور عصیان و طغیان کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گم ہو گئے۔ کوتاہ بین نگاہوں میں اب ہدایت کا خاتمہ تھا۔ مگر اہل بصیرت اس کمال ضلال کو اسکے زوال کی یقینی نشانی سمجھ کر آفتاب ہدایت کے طلوع کی پیشینگوئیاں کر رہے تھے۔ چنانچہ اس منبع رشد و ہدایت کی آمد کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں انہی میں سے علماء نے واقعہ فیل کو بھی شمار کیا ہے۔

اصحاب فیل

جب عیسائی بادشاہ یمن نے کعبہ اللہ کی عزت و شہرت سے جل کر اس کے مقابلہ میں اپنے ہاں ایک بڑا گرجا بنا کر وہاں حج کرنے کا اعلان کیا—— اس نے اپنی اسکیم کی ناکامی سے متاثر ہو کر ہاتھیوں کے لشکر سے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی تاکہ کعبہ شریف کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ ایک دن اسکے لشکری حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ہانک لائے جو قریش کے سردار اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے وہ لشکر کے سردار ابرہہ کے پاس آئے اس نے بڑا احترام کیا اور جب آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنے اونٹوں کی واپسی کی بات کی۔ ابرہہ نے تعجب سے کہا کہ ہم تمہارے کعبہ کو ڈھانے آئے ہیں اور تم کو اونٹوں کی پڑی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کعبہ کا مالک موجود ہے۔ اب کعبہ جانے اور تم۔ مجھے میرے اونٹ واپس کر دو۔ چنانچہ ان کی واپسی پر ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کو خانہ کعبہ ڈھانے کا حکم دیدیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ابابیل کا لشکر بھیج دیا۔ جن کے منہ میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے ہاتھی کے سوار پر کنکر لگتا اور ہاتھی کے پیٹ سے نکل جاتا۔ تھوڑی دیر میں ان کو کھایا ہوا بھوسا بنا کر رکھ دیا۔ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ہ ابرہہ کا لشکر بمع ہاتھیوں کے تباہ ہو گیا۔ یہ واقعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۵ دن پہلے کا ہے جس کو علماء نے ارہاصات میں شمار کیا ہے

بہر حال آخری شب کی محیط ظلمت کے بعد ارہاصات شروع ہوئے

پھر جلد ہی آفتاب رسالت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو گیا اور دیکھتے دیکھتے کفر و گمراہی کی تاریکی کو شکست فاش ہو گئی

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔ عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضرت انسان کی قسمت چمکی۔ اس کو تکمیل دین کا پیغام ملا۔ قصر رسالت کی آخری اینٹ بھی لگ گئی۔ شریعت مکمل ہو گئی۔ قیامت تک کے لئے جن و انس کو ایک ہدایت نامہ دیدیا گیا۔ جس نے اسکو مشعل راہ بنایا وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ جس نے اس سے بے اعتنائی برتی اوندھے گر کر اسفل سافلین جا پہنچا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

آفتاب کے وجود پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا وجود خود اس کا ثبوت ہوتا ہے پھر مشاہدہ سے بڑھ کر کونسی دلیل چاہیئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

باقی صفحہ ۸ پر

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

نفل گھر میں پڑھنا بہتر ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ (رواہ ابوداؤد و ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں یعنی نفل نماز بہتر ہوتی ہے۔ مسجد کی نماز سے سوائے فرض نماز کے۔

تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا بیان

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلُ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ الْاٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو حضرت عمرؓ کے ساتھ رمضان کے اندر مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ اور متفرق (نماز تراویح پڑھ رہے) تھے۔ یعنی ہر شخص اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا۔ اور بعض اپنے قبیلہ کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اگر میں ان سب لوگوں کو ایک قاری کی امامت میں جمع کر دوں تو بہتر ہوگا چنانچہ آپ نے اس کا ارادہ کر لیا۔ اور ابی بن کعب کو امام بنا دیا۔ راوی عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر ایک مرتبہ رات کے وقت اسی طرح رمضان میں مجھ کو عمرؓ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ لوگ مسجد میں اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عمرؓ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ بدعت بہت اچھی ہے اور وہ نماز (تراویح) جس کو تم پڑھ کر سو رہتے ہو۔ اس سے بہتر ہے۔ جس کے لئے تم بیدار ہوتے ہو۔ یعنی آخر رات میں اس زمانہ کے لوگ تراویح اول وقت پڑھ لیا کرتے تھے۔

تراویح کب تک پڑھنی چاہئیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَيًّا يَقُوْلُ كُنَّا نَنْصَرِفُ فِيْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِيَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السَّحُوْرِ وَفِيْ اُخْرٰى مَخَافَةَ الْفَجْرِ (رواہ مالک)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابی بکر کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم رمضان میں تراویح سے فارغ ہو کر آتے تو خادموں سے جلد کھانے کیلئے کہتے اس خوف سے کہ کہیں سحر کا وقت ختم نہ ہو جائے اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ فجر ہو جانے کے اندیشہ سے

پندرھویں شوال کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِيْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلٰثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ يَقُوْلُهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کیا تو جانتی ہے اس رات میں کیا واقع ہوا ہے۔ یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں۔ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ لکھا جاتا ہے بنی آدم میں سے ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے اور اسی رات میں لکھا جاتا ہے وہ شخص جو اس سال میں مرنے والا ہوتا ہے اور اسی رات میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں یعنی آسمان پر۔ اور اسی رات میں نازل کئے جاتے ہیں بندوں کے رزق۔ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خدا کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو۔ آپؐ نے فرمایا کوئی شخص خدا کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے۔ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آپ بھی نہیں یہ سن کر رسول اللہ صلعم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ میں بھی خدا کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ خدا اپنے فضل و کرم کے سایہ رحمت میں مجھ کو ڈھانک لے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَطَّلِعُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ اِلَّا اثْنَيْنِ مُشَاحِنٌ وَقَاتِلُ نَفْسٍ

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق خداوند بزرگ و برتر متوجہ ہوتا ہے شعبان کی پندرھویں رات میں (بندوں کی طرف) اور اپنی ساری مخلوقات کو بخش دیتا ہے۔ مگر مشرک اور کینہ رکھنے والے شخص کو نہیں بخشتا۔ (ابن ماجہ) اور احمد کی روایت میں ہے۔ کہ قاتل کو بھی خدا نہیں بخشتا۔

خطبہ یوم الجمعۃ ۲؍ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۶؍ اگست ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْد

گذشتہ زمانوں کے ہر دور میں اس وقت کا پیغمبر سب سے بڑا بہادر ہوتا تھا

اس دعویٰ کے متعدد شاہد

پہلا شاہد

حضرت نوح علیہ السلام فقط ایک اکیلے بہادر ساری قوم کا مقابلہ کر رہے ہیں

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَکَذَّبُوْہُ فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ط اِنَّہُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ۝

(سورۃ الاعراف ع ۸ پ ۸)

ترجمہ۔ بیشک ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے دوسرے سرداروں نے کہا۔ ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا اے میری قوم میں ہرگز گمراہ نہیں ہوں۔ لیکن میں جہان کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی ہے۔ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اور تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بچا لیا اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے انہیں غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے تھے۔

حاصل

یہ ہے کہ ایک حضرت نوح علیہ السلام نے ساری قوم کا مقابلہ کیا اور قوم کے رعب میں نہ آنا بڑی بہادری کی علامت ہے

دوسرا شاہد

اکیلے ہود علیہ السلام اپنے وقت میں اپنی قوم کے مقابلہ میں ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاہُمْ ہُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاہَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ ط وَاذْکُرُوْۤا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَۃً ۚ فَاذْکُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ط اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْہَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِہَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝ فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (سورۃ الاعراف ع ۹ پ ۸)

ترجمہ۔ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ فرمایا۔ کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں اس کی قوم کے کافر سردار بولے۔ ہم تو تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری قوم میں بیوقوف نہیں ہوں۔ لیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں کیا تمہیں تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی۔ تاکہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جبکہ تمہیں قوم نوحؑ کے بعد جانشین بنایا اور ڈیل ڈول میں تمہیں پھیلاؤ زیادہ دیا۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے رہے انہیں چھوڑ دیں۔ بس جس چیز سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ لے آ اگر تو سچا ہے۔ فرمایا تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غصہ واقع ہو چکا مجھ سے ان ناموں پر کیوں جھگڑتے ہو۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں

نے مقرر کئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ سو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔ پھر ہم نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ مومن نہیں تھے۔

تیسرا شاہد

حضرت صالح علیہ السلام اکیلے بہادر اپنی ساری قوم کا مقابلہ کر رہے ہیں

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع ۱۰ - پ ۸)

ترجمہ۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہیں تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح سے ہاتھ نہ لگاؤ۔ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑیگا اور یاد کرو جبکہ تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پھر پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو۔ سو اللہ کے احسان کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت مچاتے پھرو۔ اس قوم کے متکبر سرداروں نے غریبوں سے کہا۔ جو ایمان لا چکے تھے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا جو وہ لے کر آیا ہے ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ متکبروں نے کہا۔ جس پر تمہیں یقین ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے۔ پھر اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا۔ اے صالح لے آ۔ ہم پر جس سے تو ہمیں ڈراتا تھا۔ اگر تو رسول ہے۔ پس انہیں زلزلہ نے آ پکڑا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔ پھر صالح ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمایا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہاری خیر خواہی کی۔ لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام

تو بلا استثناء سب بہادر تھے۔ اگرچہ میں نے تین انبیاء علیہم السلام کی بہادری بیان کی ہے کہ ساری امت ایک طرف اور ایک وجود مسعود پیغمبر کا ایک طرف ہوتا تھا۔ انہیں صحیح تعلیم الٰہی کا پیغام پہنچانا ہے اور پھر اس تعلیم پر ساری امت کے مقابلہ میں ڈٹ جانا ہے۔

مگر

ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء علیہم السلام جو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی اُمت نے خدا تعالےٰ کو راضی نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں شاباش ملی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے پایہ کے نبی ہیں ان کی امت سے خدا تعالےٰ ناراض ہے۔ اور ناراضگی کا اظہار بایں الفاظ فرمایا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے متعلق حکم عدولی کا اعلان

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (سورۃ المائدہ ع ۴ - پ ۶)

ترجمہ۔ کہا اے موسیٰؑ ہم کبھی بھی وہاں داخل نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ وہ اس میں ہیں۔ سو تو اور تیرا رب جائیے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کی حرام خوری کا اعلان

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ الآیۃ (سورۃ المائدہ ع ۶ پ ۶) ترجمہ۔ جھوٹی باتیں سننے والے حرام کھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہود کی قوم کے فقراء اور علماء سے بھی ناراض ہے

لَوْ لَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ رکوع ۹ - پارہ ۶) ترجمہ ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے۔ البتہ بُری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔

نمونہ بیانات

جو پیش کر چکا ہوں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں نے قدر نہیں کی۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت سے حتیٰ کہ ان کے فقرا اور علماء سے بھی ناراض ہے۔

فقط سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت (بلا واسطہ یعنی صحابہ کرامؓ) کو اپنی رضا کا تمغہ عطا فرمایا ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۱۲ - پ ۴) ترجمہ۔ تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ

پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں نا فرمان ہیں۔

نتیجہ

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ایمان سے بھی خوش ہے۔ اور ان کی بجا آوری احکام سے خوش ہے اور یہ تعریف اور کسی نبی کی اُمت کو نصیب نہیں ہوئی۔

احادیث مبارکہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے

پہلی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُ الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ۔ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّ اَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اُمتوں کی عمروں کے مقابلہ میں تمہاری عمر اتنی ہے۔ جتنا کہ سارے دن کے مقابلہ میں عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کو مزدوری دے کر کام کرائے کہ کوئی ہے جو آدھے دن تک یعنی دوپہر تک میرا کام کرے۔ میں اتنے وقت کے کام کی اجرت ہر شخص کو ایک ایک قیراط دونگا۔ چنانچہ یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کون ہے جو میرا کام دوپہر سے عصر کے وقت تک کرے۔ میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دونگا۔ چنانچہ نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کون ہے جو میرا کام نماز عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کرے۔ میں ہر شخص کو دو دو قیراط دونگا۔ خبردار ہو کہ تم ہی وہ لوگ ہو۔ جنہوں نے نماز عصر سے آفتاب غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کیا ہے۔ خبردار ہو تمہارا اجر دُگنا ہے یہ دیکھ کر کہ تم کو دُگنا اجر ملا ہے۔ اور تم نے تھوڑا وقت عمل کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ غضبناک ہو گئے اور کہا کہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔ لیکن ہمیں ثواب کم ملا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ جواب دیا۔ کیا میں نے تم پر ظلم کیا ہے یا تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے (یعنی جو اجرت میں نے تم سے مقرر کی تھی وہ دے دی ہے اس میں کچھ کمی کی ہے) یہود و نصاریٰ نے کہا۔ نہیں کوئی کمی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ میرا فضل اور احسان ہے۔ میں جس کو چاہوں زیادہ دوں

حاصل

یہ ہے کہ باقی تمام امتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت رحمت الٰہی کی مستحق سمجھی گئی ہے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

دوسری حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَّكُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ (رواہ مسلم) ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہونگے جو میری وفات کے بعد پیدا ہونگے اور اس امر کی آرزو کریں گے کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل وعیال کو مجھ پر فدا کر دیں۔

حاصل

یہ ہے کہ ایسے محب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے بعد پیدا ہونگے جو آپ کی زیارت فیض بشارت پر اہل و عیال کی محبت کو ہیچ خیال کرینگے اہل وعیال کے مقابلہ میں انکی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سخت ہو گی۔ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین

تیسری حدیث

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَیْكُمْ اِیْمَانًا قَالُوا الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَ وَ مَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِیُّوْنَ قَالَ وَ مَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ الْوَحْیُ یَنْزِلُ عَلَیْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَ اَنَا بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِیْمَانًا لَقَوْمٌ یَّكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَجِدُوْنَ صُحُفًا فِیْهَا كِتٰبٌ یُّؤْمِنُوْنَ بِمَا فِیْهَا (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ) ترجمہ۔ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ ایمان کے اعتبار سے تم مخلوق میں کس کو پسند کرتے ہو؟ (یعنی تمہارے خیال میں کس مخلوق کا ایمان مضبوط تر ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ہم فرشتوں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا فرشتوں کا ایمان تو بہتر ہونا ہی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس رہتے ہیں۔ پھر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ پھر ہم پیغمبروں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا پیغمبروں کا ایمان لانا تو ظاہر ہے کہ ان پر وحی آتی ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ پھر ہم اپنے آپ کو (یعنی صحابہ کو) بہتر سمجھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا ایمان لانا بھی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ میں تمہارے درمیان موجود

ہوں - راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میرے نزدیک ایمان کی مضبوطی کے اعتبار سے وہ لوگ سب سے بہترین ہیں جو میرے بعد پیدا ہونگے وہ مصحف اور خداوندی کتابوں کو پائیں گے جن میں احکام الٰہی لکھے ہوں گے اور ان احکام پر وہ ایمان لائیں گے -

حاصل

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایمانداروں کی تعریف کی ہے جو آپؐ کی امت میں سے آپ کے بعد پیدا ہونگے - بفضل الٰہی آپؐ کی امت کے پہلے لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہے - اس لئے کہ انہیں خیر امۃ کا لقب عطا فرمایا ہے اور اس امت کے آخر میں پیدا ہونے والوں سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں چنانچہ احادیث مذکورۃ الصدر اس پر گواہ ہیں - و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

(بقیہ آفتاب رسالت از صـ۳)

جو یتیم پیدا ہوئے - چند سالوں میں والدہ نے بھی داغ جدائی دیدیا - آٹھ سال کی عمر میں جد امجد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور جب مخالفتوں کا طوفان اٹھا پیارے اور شفیق چچا ابوطالب بھی حوصلہ ہارنے لگے اور تین سال تک نبیؐ کو بمعہ سارے خاندان کے شعب ابی طالب میں نظر بند رہنا پڑا - چچا کا سہارا بھی نہ رہا اور ڈھارس بندھانے والی اللہ کی نیک بندی حضرت خدیجہ صدیقہؓ نے بھی دار فانی سے رحلت فرمائی - کفار نے ہجوم کیا - سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن اور سب کچھ چھوڑنا پڑا - مدینہ میں جاکر کام شروع کیا - لیکن ابھی دنیا نے بہت کچھ دیکھنا تھا قریش اور باقی قبائل چاروں طرف سے مدینہ پر حملے کرنے لگے -

ان نازک حالات میں ایک بے سروسامان اللہ کی طرف بلانے والا چند ساتھیوں کی ہمراہی میں تمام طوفانوں سے صحیح وسلامت نکل جاتا ہے - بلکہ اپنی زندگی میں تقریباً تیس جنگوں میں خود شریک ہوتا ہے - اور ہر ایک میں مظفر ومنصور ہوتا ہے - اور دنیا میں رہتے ہوئے ایک عظیم انقلابی حکومت کی جڑیں مضبوط کر کے انفرادی و اجتماعی اصول ہدایت بتا کر بھیجنے والے کے پاس چلا جاتا ہے - کیا یہ آفتاب خود اپنے آفتاب ہونے کی دلیل نہیں ہے ؟

زمیں از حُبِ او ساکن
فلک در عشقِ او شیدا
وصلی اللہ علی نورٍ کزو شد نورہا پیدا -

غلط مسئلے و اوہام

۱۹ اگست ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں صفحہ ۷ کالم ۲ پر مندرجہ بالا عنوان کے اختتام پر مندرجہ ذیل مسئلہ درج ہے -

"عموماً لوگ قبلہ کی طرف بول و براز کرنے کے وقت منہ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں - یہ غلط ہے - پشت کرنا بھی منع ہے"

جن احباب نے اس مسئلہ کو غور سے مطالعہ نہیں کیا ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر چہ میگوئیاں کر رہے ہیں - دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف قبلہ کی طرف منہ کر کے بول و براز کرنا ہی منع نہیں بلکہ پشت کرنا بھی منع ہے - فاضل مضمون نگار نے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل حدیث شریف سے لیا ہے عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا (متفق علیہ) باب آداب الخلاء - الفصل الاول - ترجمہ -

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پاخانہ میں جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت - بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف (منہ یا پشت رکھو) چونکہ مدینہ منورہ سے خانہ کعبہ جانب جنوب ہے اس لئے آپؐ نے مشرق یا مغرب کی جانب منہ یا پشت کر کے بول و براز کرنے کی اجازت دی ہے اس کے برعکس بر صغیر ہند و پاکستان سے خانہ کعبہ مغرب کی جانب ہے - اس لئے ہمارے لئے آپؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بول و براز کے وقت جنوب یا شمال کی طرف منہ یا پشت کرنے کی اجازت ہے - ہمیں امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد مندرجہ بالا مسئلہ کے متعلق بعض احباب کے دل میں جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی وہ انشاء اللہ دور ہو جائے گی -

مدرسہ عربیہ منور الاسلام پیر محل لائل پور

کا سالانہ جلسہ

مورخہ ۱۲-۱۳ ستمبر کو مدرسہ ہذا کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے جسمیں ملک کے بڑے بڑے مقتدر علماء شرکت فرمائینگے

عبدالخالق جالندھری ناظم جلسہ و مدرس مدرسہ منور الاسلام چک [illegible] گ ب ڈاکخانہ خاص پیر محل ضلع لائلپور

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات یکم ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

روحانی بیماریوں کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

عرض یہ ہے کہ جسمانی بیماریاں انسان کو ستاتی ہیں اور دکھ پہنچاتی ہیں۔ پھر یہ بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں لیکن روحانی بیماریوں کی سزا کا تعلق موت کے بعد شروع ہوگا۔ روحانی بیماریوں کے مریضوں کو اس دنیا میں احساس بھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایک ہی دفعہ آنے ہے یہاں اصلاح ہو جاتی۔ اور شفا پا جاتے تو نجات ہو جاتی۔ مگر عام لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جسمانی بیماریوں کی تکالیف کا تو انہیں احساس ہوتا ہے لیکن روحانی بیماریوں کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر انسان کسی ہادی کی برکت سے دنیا میں شفا یاب ہوگیا تو نجات پا جائیگا۔ ورنہ اس کا علاج جہنم ہے۔ جسمانی بیماری زیادہ سے زیادہ موت تک ختم ہو جاتی ہے مگر روحانی بیماریوں کا احساس بھی قبر میں شروع ہوگا۔

یہ بیماریاں ایسی ہیں جیسی کہ کوڑھ ہے کوئی حسد کا مریض ہے کوئی کبر کا مریض ہے۔ کوئی ریا کا مریض ہے اور کوئی عجب کا مریض ہے۔ اگر کسی ہادی سے وابستہ ہو جائے اور علاج کرائے تو شفایاب ہو جائیگا۔ عام آدمیوں کو تو ان بیماریوں کا احساس بھی نہیں ہے۔ جب تک اللہ معاف نہ کرے اس وقت تک نجات ناممکن ہے۔

جسمانی امراض میں کوئی کوئی بیمار ہوتا ہے۔ اور روحانی بیماریوں میں سو میں سے سو بیمار ہیں۔ ہزار میں کوئی ایک ہوگا تندرست۔ بعض خوشامد کرتے ہیں دل میں وہ عزت نہیں ہوتی جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ریاء ہے۔ حسد عام لوگوں میں ہے۔ شیطان ایسا بے ایمان ہے۔ کہ جن سے سب سے زیادہ خوشگوار تعلق ہونا چاہئے تھا ان سے سب سے زیادہ ناخوشگواری کراتا ہے۔ میں نے لوگوں کو قریب سے دیکھا ہے اور دور سے بھی دیکھا ہے۔ یہ روحانی بیماریاں عام ہیں۔ لاہور میں اگر ہزار میں ایک بھی صفات حمیدہ سے متصف ہوتا تو اس شہر لاہور میں چودہ لاکھ کی آبادی میں چودہ سو تو ہوتے۔

تقدیر الٰہی

کہ اکثریت میں حسد ہے۔ کبر ہے ریاء ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ روحانی بیماریاں (اگر دنیا میں شفایاب نہ ہوئے تو) قبر میں چمکیں گی۔ اور ستائیں گی۔ پھر ملانوں سے قرآن بخشوانے سے نہیں بخشی جائیں گی۔ پنجابی میں ایک مثال ہے گناہ کرے نانی اور چھٹے دوہتروں کو۔ یعنی گناہ تم کرو اور توبہ تمہاری طرف سے مولوی کریں۔ قرآن بخشوانے سے توبہ قبول نہیں ہوتی۔ گناہ تم کرو اور بخشوائیں تمہارے پسماندگان۔ چوری تم کرو اور ہاتھ ان کا کٹے کیا یہ بھی ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ جو کرے گا وہی بھرے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ۔ ہر انسان جو کرتا ہے اس کیلئے رہن رکھا جاتا ہے۔

ہر وہ شخص

جو جرم کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے اگر دنیا میں ان امراض روحانی سے شفایاب ہو کر نہ مرے تو آخرت خطرناک ہے۔

حاسد خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے پتہ ہے چوٹ کہاں پڑتی ہے۔ اس کا لڑکا امتحان میں فیل ہوگیا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میرا لڑکا نالائق تھا دوسروں کا لڑکا پاس ہو گیا تو حسد کی آگ میں جلتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کا لڑکا تو نالائق تھا لیکن ممتحن کو کچھ دے دلا کر پاس ہوگیا ہے حاسد اللہ تعالیٰ پر معترض ہے کہ اے اللہ تو نے یہ نعمت اس کو دی ہے اور مجھے نہیں دی۔ جنت کیا ایسے نامرادوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں؟

ریاء

اللہ والے ریاء سے بچنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ نیکی کا کام خدا کے واسطے ہونا چاہیئے

مدارس عربیہ میں روحانی امراض پڑھائے تو جاتے ہیں اور ان پر عبور بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن حال بنانا کامل کا فن ہے صوفیائے کرام عملی رنگ چڑھاتے ہیں سبق پڑھانا علماء کرام کا کام ہے مصلحین الگ ہیں جو امراض بتلاتے ہیں علاج کرتے ہیں اور اللہ اللہ کرنا سکھاتے ہیں۔

ریاء شرک ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ۔ ترجمہ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ چھوٹا شرک ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے تو فرمایا ریاء (دکھلاوا) تو کیا پھر مشرک جنت جائیگا۔؟ ذمہ داری سے کہتا ہوں عربی دان علماء سارا کورس پڑھا دیتے ہیں۔ اس کا علاج کیا ہے صوفیاء کرام بتلاتے ہیں۔ اصلاح نفس کا نام ہے تزکیہ۔

تقریر کے دوران میں ایک آدمی آیا۔ طبیعت میں شیطان خیال لائے گا۔ آج تو تقریر بڑی موزوں تھی۔ یہ ریاء ہے۔ تقریر کرتے ہوئے اخلاص کی ڈھال پر ریاء کو روکنا پڑتا ہے کہ اے اللہ میں تیری رضا کیلئے یہ کام کر رہا ہوں نہ کہ لوگوں سے تقریر کی موزونیت پر واہ واہ سننے کے لئے۔ شیطان دل میں ریاء کی بات لاتا ہے۔ اگر تربیت یافتہ نہ ہوگا تو عالم بھی گمراہ ہو جائے گا۔ علماء کو بھی ان امراض کا احساس نہیں ہوتا۔

کبر کے معنے

اپنے آپ کو عزیز اور دوسروں کو

ذلیل سمجھتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ دوسروں کے حسن پر اور اپنے قبح پر نظر کرے ہوتا یہ ہے کہ دوسروں کا عیب نظر آتا ہے اور اپنا حسن نظر آتا ہے اصلاح نفس ہو جائے تو پھر اپنی کمزوری اور دوسروں کا حسن نظر آتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ امراض روحانی سے شفا پانے کی کوشش کیجئے۔ یہ امراض علماء میں بھی ہیں اور طلباء میں بھی ہوتے ہیں۔ ہادی سے محبت ہو تو اس کی صحبت میں احساس بھی ہوتا ہے اور علاج بھی ہوتا ہے ہادی جو کہے آمنا کہنا پڑتا ہے۔ بیعت کا یہ فائدہ ہے کہ جب بیعت ہو جاتی ہے تو حکم ماننا فرض ہوتا ہے۔ مردوں عورتوں کو عہد کرنا پڑتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا جو حکم آپ کہیں گے میں مانونگا یا مانوں گی۔ پھر ماننا پڑتا ہے۔ ادب سے ماننا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ

مجھے اور آپ کو ان سب بیماریوں سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین روحانی امراض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انسان جو گناہ کرے گا اس کا عذاب ہوگا۔ ۵

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

پنجابی مسلمانوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ اسقاط کروائی اور مردہ جنت میں پہنچ گیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری عمر گناہ کرتا رہے اور مرنے کے بعد قرآن بخشوانے سے نجات ہو جائے قرآن مجید میں

خدا تعالیٰ کا اعلان

سنئے۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورہ زلزال پ۳۰ ع ۱) ترجمہ: پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ سابقہ سبق آپ کو پک گیا ہے۔ ۴۴

جناب خوشی محمد صاحب لاہور

ذکرِ الٰہی

اگر مقصود ہے دھونا تجھے دل کی سیاہی کا — تو ہو وردِ زباں تیرے فقط کلمہ الٰہی کا

اسی کے ذکر سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے — دعا مقبول ہوتی ہے دعا منظور ہوتی ہے

اسی کا ذکر ہے تریاق روحانی بیماری کا — ذکر ہی اک سہارا ہے پریشانی ہماری کا

اسی کے ذکر سے بگڑی ہوئی تقدیر بنتی ہے — اسی کے ذکر سے انسان کی توقیر بنتی ہے

اسی کے ذکر سے ہر قلب کو تسکین ملتی ہے — اسی کے ذکر کی ہر شیخ سے تلقین ملتی ہے

اسی کا ذکر ہوتا ہے پرندوں کے بسیروں میں — اسی کا ذکر ہوتا ہے اجالوں میں اندھیروں میں

اسی کا ذکر کرتے ہیں زمین و آسماں تارے — اسی کے نور سے معمور ہیں حور و ملک سارے

ہوا میں ذکر اسکا ہے فضاؤں میں ثنا خوانی — خلا میں ذکر اسکا ہے گھٹاؤں میں ثنا خوانی

وہ غنچے ذکر کرتے ہیں ہوائیں سرسراتی ہیں — اسی کا ذکر کرتی ہیں بہاریں مسکراتی ہیں

خدا کی یاد سے غافل نہ باغوں میں شجر کوئی — خدا کی یاد سے غافل نہیں آتا نظر کوئی

سنا اہلِ بصیرت سے پرندے ذکر کرتے ہیں — ادھر جنگل میں بھی سارے درندے ذکر کرتے ہیں

خدا کی یاد سے غافل نہیں دنیا میں شئے کوئی
فقط انسان غافل ہے اگر غافل جو ہے کوئی

مدت ہا باید کہ تا خون شیر شود ۴۴

(بڑی مدت کے بعد لہو دودھ بنتا ہے) بار بار تنبیہ کرنا پڑے گی۔ بار بار بیدار کرنا پڑے گا غافلوں کو۔ سوچا کیجئے حسد کا علاج کیا ہے۔ کبر کا علاج کیا ہے۔ ریاء کا علاج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

جناب محمد شفیع عمرالدین صاحب (میاں پور چنگو)

انجام

(۱)

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

اللہ تعالےٰ نے فرمایا

(۱) وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝ (الحج آیت ۴۱)

ترجمہ - ہر کام کا انجام اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے -

یعنی پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہے - ان کو ان کے نیک اعمال کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ملیگا -

(۲) وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝
(لقمٰن آیت ۲۲)

(ترجمہ) اور جس نے نیک ہوکر اپنا مُنہ اللہ کے سامنے جھکا دیا - تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا - اور آخرکار ہر معاملہ اللہ ہی کے حضور میں پیش ہونے والا ہے -

مُنہ اللہ کے سامنے جھکانا یہ ہے کہ عمل خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے اخلاص کے ساتھ کرے - اللہ تعالےٰ کے حکموں پر چلے - اس کی شریعت کی تابعداری کرے ایسے نیکوکاروں کے لئے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ انھیں عذاب نہ کرے -
(ابن کثیر رح)

حاصل کلام بندے کو چاہیئے کہ اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ درست رکھے - اور اخلاص کے ساتھ اعمال بجا لاتا رہے نیک اعمال کا بدلہ اچھا ملے گا -

پرہیزگاروں کا انجام

(۱) تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (القصص آیت ۸۳-ع ۹)

(ترجمہ) یہ آخرت کا گھر ہم انھیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے - اور نیک انجام پرہیزگاروں ہی کا ہے -

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا اس کی بڑی قسمت ہے - یہ نہیں - آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے - سو وہ ان کو ہے جو دنیا کا عروج نہیں چاہیے"

حاصل کلام آخرت کا نیک انجام اور اس کی نعمتوں کے حقدار (۱) وہ مومن ہیں جو تواضع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں (۲) اور زور زبردستی کی غلط روش اختیار کر کے مخلوق میں بڑا نہیں بنتے (۳) اور گناہ اور بدکاری کرکے زمین میں فساد برپا نہیں کرتے -

حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانی رح فرماتے ہیں :-

"یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے - بڑی قسمت یہ نہیں - آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے - سو وہ ان کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے - اور اس فکر میں نہیں رہتے کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں - بلکہ تواضع و انکسار اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں - ان کی کوشش بجائے اپنی ذات کو اونچا رکھنے کے یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں - حق کا بول بالا کریں - اور اپنی قوم مسلم کو ابھارنے اور سربلند کرنے میں پوری ہمت صرف کردائیں وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے - آخرت کے عاشق ہوتے ہیں - دنیا خود ان کے قدم چوم لیتی ہے - اب سوچ لو کہ دنیا کا مطلوب کیا دنیا کے طالب سے اچھا نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو! وہ سب تارک الدنیا تھے - مگر متروک الدنیا نہ تھے - بہرحال مومن کا مقصد اصلی آخرت ہے - دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے وہ ہی مبارک ہے ورنہ ہیچ ہے"

(۲) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (طٰہٰ - آیت ۱۳۲-ع ۸)

ترجمہ - اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر - اور خود بھی اس پر قائم رہ - ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے - ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہے

حاصل کلام ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خود نماز پڑھے - اور اپنے اہل و عیال کو نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی اٹھاتے اور اس آیت کو تلاوت فرماتے - نماز قائم کرنا متقیوں کی ایک وصف ہے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں متقیوں کے لئے ہی ہیں

(۳) قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝
(الاعراف ایت ۱۲۸-ع ۱۵، پ ۹)

ترجمہ - موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا - اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو - بے شک زمین اللہ کی ہے - اپنے بندوں میں سے جسے چاہیے اس کا وارث بنا دے - اور انجام بخیر پرہیزگاروں کا ہی ہوتا ہے -

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فرعون بنی اسرائیل پر ظلم ڈھا رہا تھا - ان کے لڑکوں کو قتل کراتا - اور لڑکیوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑتا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد پھر فرعون نے لڑکوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا - اس ظلم و تشدد سے بچاؤ کا طریقہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تجویز فرمایا :-

(۱) تعلق باللہ ٹھیک کرو - رجوع الی اللہ کرو

(۲) صبر کا سہارا لو - واویلا اور شور مچانے کی ضرورت نہیں - چپ چاپ جو تعلیم تمہیں دی جاتی ہے - اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو - جو احکام ملیں ان پر عمل کرو

(۳) تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو - کیونکہ آخرکار کامیابی پرہیزگاروں کے لئے ہے - ظالم برباد ہو جاتا ہے -

(۴) حکومت اللہ کی دین ہے - ہو سکتا ہے کہ اللہ ظالم سے حکومت چھین کر تمہیں عطا فرما دے -

آخر فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہوا اور بنی اسرائیل آخرکار کامیاب رہے -

اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے لئے اسی طرح کا دستور العمل تجویز فرمایا ہے -

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ
(البقرہ - ایت ۱۵۳ - ع ۱۹)

ترجمہ - اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو - بے شک اللہ صبر کرنے والوں

کے ساتھ ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانی رح

"چونکہ ذکر اور شکر اور ترک کفران جو پہلے مذکور ہوئے اور تمام طاعات اور منہیات شرعیہ کو محیط ہیں، جن کا انجام دینا دشوار امر ہے۔ اس کی سہولت کے لئے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر اور صلوٰۃ سے مدد لو۔ کہ ان کی مداومت سے تمام امور تم پر سہل کر دیئے جائیں گے۔ اور اس آیۃ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ جس کا ذکر آگے آتا ہے کہ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔"

(۲) فَاصْبِرْ ۚ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝

(ہود - آیت ۴۹)

ترجمہ - پس صبر کر - کیونکہ بہتر انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

یعنی صبر اور پرہیزگاری کامیابی کی کلید ہے۔

(۳) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (الانفال آیت ۴۶)

ترجمہ :- اور اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو - اور آپس میں نہ جھگڑو - ورنہ بزدل ہو جاؤ گے - اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۴) أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (یوسف - ایت ۱۰۹)

ترجمہ :- پھر زمین پر سیر کر کے کیوں نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا - جو ان سے پہلے تھے - اور البتہ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

گزشتہ اقوام کے حالات، پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ ظالموں اور گمراہوں کا انجام برا ہوا ہے - اور نیک اور پرہیزگار کامیاب رہے ہیں۔

ظالموں کا انجام

(۱) فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝

(القصص - آیت ۴۰ - ع ۴)

ترجمہ :- پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا - پھر انہیں دریا میں پھینک دیا - سو دیکھ لو ظالم کا انجام کیا ہوا -

ظالم فرعون، جو اللہ تعالےٰ کو بھول گیا تھا - اور یہ لاف مارتا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي ج (القصص آیت ۳۸) (میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے) سمندر میں اپنے لشکر سمیت ڈوب کر مرا - ظالموں کی بیخ کنی ہو گئی - اور سب جھوٹے دعوے ختم ہو گئے۔

ذات باری تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنے والوں، اور ظلم و تشدد روا رکھنے والوں کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت کا سامان موجود ہے۔

(۲) وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِ وَمَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

(القصص آیت ۳۷)

ترجمہ - اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے - اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہے - بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے

"خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں - اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں - اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا اور جو لوگ اللہ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے - انجام کار ان کو ذلت اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑیگا۔"

(حضرت مولانا عثمانی رح)

اللہ تعالےٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا :-

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ (المزمل ایت ۱۵ - ۱۶)

ترجمہ - ہم نے تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اسی طرح بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا - پھر فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔

یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا - اور وہ نہ ماننے کے باعث برباد ہو گیا - اسی طرح اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ تیری بات کو نہیں مانتے ان کو برباد کر دیا جائے گا - فرعون قلزم میں غرق ہوا - اور قریش مکہ جو ایمان نہ لائے تھے - بدر میں برباد ہوئے - اور جیسا کہ فرعون کا واقعہ اعجازی طور پر ہوا - اسی طرح بدر کے دن چند نہتے مسلمانوں کا قریش مکہ کو شکست دینا ایک اعجازی واقعہ تھا - ہمیں عبرت پکڑنی چاہیئے - اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچنا چاہیئے - تاکہ فرعون کی طرح ہم بھی عذاب الٰہی کی گرفت میں نہ آ جائیں۔

(۳) قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

(الانعام آیت ۱۳۵ - ع ۱۶)

ترجمہ - کہہ دو اے لوگو! تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو - اور میں بھی کرتا ہوں عنقریب معلوم کر لو گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہوتا ہے - بے شک ظالم نجات نہیں پاتے۔

یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے ہیں - اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے تو تم جانو - تم اپنا کام کئے جاؤ - میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔

عنقریب کھل جائے گا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے - بلاشبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا - آگے ان کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے - اور سب سے بڑا ظلم وہ ہی ہے - جیسے فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (لقمن آیت ۱۳)

(حضرت مولنا عثمانی رح)

(۴) أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

(الروم ایت ۹ - ع ۱)

ترجمہ - کیا انھوں نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا - وہ ان سے کہیں بڑھ کر قوت والے تھے - انہوں نے زمین کو جوتا تھا - اور ان سے بہت زیادہ آباد کیا تھا - اور ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر بھی آئے تھے - پھر اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔

یعنی فہم اور عقل سے کام لے کر ماضی کے واقعات پر نظر ڈالیں - سابقہ اقوام قوت، مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر تھیں - انہوں نے عمریں بھی تم سے لمبی پائیں - انہوں نے کھیتی باڑی بھی خوب کی - مگر اپنی جانوں پر

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

جناب حاجی عبدالرحمن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

لِلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیۡعًا

اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش

شفاعت سفارش کو کہتے ہیں۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار بندوں کی خداتعالےٰ کے سامنے سفارش کرینگے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضیلت عطا ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی خداتعالےٰ کے جلال و جبروت کے ادب سے حضورؐ بھی شفاعت کی اجازت مانگیں گے۔ جب اجازت ملیگی تو شفاعت فرمائیں گے۔ کافروں اور مشرکوں کی ہرگز شفاعت نہیں ہو سکتی۔ باقی تمام قسم کے گنہگاروں کیلئے شفاعت ہو سکتی ہے کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہوں گے۔ کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عبادتوں سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء اولیاء اور شہدا وغیرہم بھی شفاعت کریں گے لیکن بلا اجازت کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔

(۱) اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ اَوَ لَوۡ کَانُوۡا لَا یَمۡلِکُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝ قُلۡ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیۡعًا ؕ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ پ۲۴-ع۲- ترجمہ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوا کوئی سفارش والے۔ تو کہہ اگرچہ ان کو اختیار نہ ہو۔ کسی چیز کا اور نہ سمجھ (تو بھی) تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش اسی کا راج ہے آسمان اور زمین میں۔ پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

(مطلب) بتوں کی نسبت مشرکین دعوےٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں۔ اُن ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں اسی لیئے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے۔ خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون (اجازت دیا جانا) ہونا اور مشفوع (جسکی شفاعت کی جائے) کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں نہیں۔ نہ بتوں کا ماذون ہونا ثابت ہے۔ نہ کفار کا مرتضےٰ ہونا۔ لہٰذا ان کا دعوےٰ غلط ہوا۔

بتوں کو نہ اختیار ہے نہ سمجھ۔ پھر ان کو شفیع ماننا عجیب ہے۔ فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی سلطنت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ تو اس کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کس کی مجال ہے جو زبان ہلا سکے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی اللہ کے روبرو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے، نہ تمہارے کہے سے، جب موت آئے کسی کے کہے سے عزرائیل نہیں چھوڑتا۔

(۲) مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ پ۳-ع۱- ترجمہ۔ ایسا کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے۔ مگر اجازت سے۔

(مطلب) تمام مخلوق کا موجد وہی ہے تمام نقصان اور ہر طرح کے تبدل اور فتور سے منزہ ہے۔ سب چیزوں کا مالک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پوری قدرت اور اعلےٰ درجہ کی عظمت اس کو حاصل ہے۔ کسی کو نہ اتنا استحقاق نہ اتنی مجال کہ بغیر اس کے حکم کے کسی کی سفارش بھی بغیر اس کے حکم کے کر سکے۔

کون ہے جو ہمسری کا دعوےٰ کرے۔ یا اپنی وجاہت اور دھمکی سے کسی کی سفارش کر سکے۔

مذکورہ آیت سے معتزلہ نے شفاعت کا انکار کیا ہے مگر یہ اُنکی غلط فہمی ہے۔ اس سے تو شفاعت کا ثبوت ہوتا ہے۔ غایت الامر یہ شفاعت اس کے اذن پر موقوف ہے۔ سو اس نے اپنے حبیبؐ پاک کو اذن دے دیا ہے اور پھر قیامت کو اسے تازہ کریگا اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شافع اکبر ہیں۔ بنی آدم آنحضرتؐ کے دامن تلے پناہ لیں گے۔ آپ ایمانداروں کو پناہ دینگے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا ایک جلال ہے۔ کہ کوئی اس کے سامنے کسی کی سفارش و شفاعت کی جرات و تاب و طاقت نہیں رکھتا مگر اس کے اذن و اجازت سے جس طرح حدیث میں آیا ہے کہ میں عرش کے نیچے آکر سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالےٰ جب تک چاہیگا مجھ کو پڑا رہنے دیگا۔ پھر کہا جائے گا سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائیگی۔ تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی میرے لئے ایک حد مقرر ہوگی۔ میں ان کو جنت میں لے جاؤنگا

(۳) لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا ۝ پ۱۶ ع۹

(ترجمہ) نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رحمٰن سے وعدہ۔

(مطلب) جس کو اللہ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ انبیاء صالحین وغیرہم۔ یہی درجہ بدرجہ سفارش کرینگے۔ بدوں اجازت کسی کو زبان ہلانیکی طاقت نہ ہوگی۔ اور سفارش بھی ان ہی لوگوں کی کر سکیں گے جس کے حق میں سفارش کیئے جانیکا وعدہ دے چکے ہیں۔ کافروں کے لیے شفاعت نہ ہوگی۔

(۴) یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَہٗ قَوۡلًا پ۱۶-ع۱۵- ترجمہ۔ اس دن کام نہ آئیگی سفارش مگر جس کو اجازت دی رحمٰن نے اور پسند کی اسکی بات۔ یعنی اسکی سفارش چلے گی جس کو خداتعالےٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے اس کا بولنا خدا کو پسند ہو اور بات ٹھکانے کی کہے۔ اور ایسے شخص کی سفارش کرے جسکی بات (لا الٰہ الا اللہ) خدا کو پسند آچکی ہے۔ کافر کے حق میں کوئی سعی اور سفارش نہیں چلیگی۔ "اور جن کو تم پکارتے ہو۔ وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچے نہیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہونگے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا پ۲۲-ع۱۴۔

(۵) وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَ اِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَۃٌ اِلٰی حِمۡلِہَا لَا یُحۡمَلۡ مِنۡہُ شَیۡءٌ وَّ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی پ۲۲-ع۱۵۔

(ترجمہ) اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانیوالا بوجھ دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی بھاری بوجھ والا اپنا بوجھ بٹانے کو۔ کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرہ بھی اگرچہ ہو قرابتی۔

(مطلب) نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھیگا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے

اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا کچھ ہاتھ بٹا سکیگا۔ خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بیڑا پار ہوگا۔

(۶) ءَ اَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ ۝ پ۲۳ع۱

ترجمہ۔ بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف تو کچھ کام نہ آئے مجھ کو انکی سفارش۔ اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں۔

(مطلب) کس قدر صریح گراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں مشرکوں نے خدا کے سوا دوسروں کو معبود قرار دے رکھا ہے جو انکی سفارش کریں گے جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے (هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ) آپ کہہ دیجئے کہ اگرچہ یہ خیالی سفارش کرنے والے کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں۔ کیا پھر بھی ان کو شفیع سمجھتے رہوگے۔ یعنی شفاعت کے لئے کم از کم علم و قدرت تو درکار ہے جو ان میں بوجہ جماد ہونے کے بالکل مفقود ہے اور چونکہ یہاں گمان اس امر کا ہے۔ کہ کوئی مشرک کہے کہ یہ جمادات فی نفسہ شفیع نہیں۔ بلکہ یہ جنکی مورتیاں ہیں وہ ذی ارواح ہیں۔ جن میں علم و قدرت دونوں موجود ہیں تو آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ بغیر اسکی اجازت کے کسی کی مجال نہیں کہ سفارش کر سکے۔ اور اذن کیلئے دو شرطیں ہیں تشفیع کا مقبول ہونا اور جسکی سفارش کی جائے اس کا قابل مغفرت ہونا۔ پس جن ارواح کو یہ معبود قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ شیاطین ہیں تو دونوں شرطیں مفقود، اور اگر وہ ملائکہ وغیرہم ہیں تو شرط ثانی مفقود۔ بہر حال اذن مفقود ہے پس ان کی شفاعت بھی منفی ہے اور یہی مبنیٰ تھا ان کے معبود قرار دینے کا۔ پس انکی معبودیت باطل ٹھہری اور حق تعالیٰ کی توحید ثابت ہوگئی اور خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ تمام آسمان و زمین کی سلطنت اسی کی ہے۔ پھر اس جہان کے ختم ہونے پر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پس سب کو چھوڑ کر اسی سے ڈرو۔ اسی کی عبادت کرو۔

(بیان القرآن)

یہ لوگ جو بامید شفاعت انکی عبادت کرتے ہیں تو کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔ سو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر تمنا خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت کی بھی اور دنیا کی بھی۔ پس وہ جس کو چاہیں پورا فرماویں اور نص قطعی میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی اس باطل تمنا کو پورا کرنا نہیں چاہیں گے۔ نہ دنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں۔ نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کریں۔ پس یقیناً وہ پوری نہوگی۔ اور بیچارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں۔ ان کی بھی بے اذن کچھ نہیں چلتی۔ چنانچہ بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں۔ مگر باوجود اس علوشان انکی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی (بلکہ خود شفاعت ہی نہیں پائی جا سکتی۔ مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیں۔ اور اس کیلئے شفاعت کرنے سے راضی ہوں)

وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی قابل عبادت اور زمین بھی قابل عبادت وہی بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے اور کوئی علم و حکمت میں اس کا شریک نہیں۔ پس الوہیت بھی اُسی کے ساتھ خاص ہے اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے۔ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو مخلوق ان کے درمیان میں ہے۔ اس کی سلطنت ثابت ہے اور علم ایسا کامل ہے کہ اس کو قیامت کی بھی خبر ہے۔ جس کی کسی مخلوق کو اطلاع نہیں اور مالک جزا و سزا کا بھی وہی ہے۔ چنانچہ تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤگے اور اس کو حساب دوگے اور اس وقت اکیلے خدا کا بدلہ دینا ایسا ظاہر و روشن ہوگا۔ کہ خدا کے سوا جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں وہ سفارش تک کا اختیار نہیں رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات یعنی کلمہ ایمان کا اقرار کیا تھا۔ اور دل سے تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔ وہ البتہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کر سکیں گے۔ مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ؟

(۷) وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔـا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى پ۲۷-ع۶۔ ترجمہ اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں۔ کچھ کام نہیں آتی ان کی سفارش۔ مگر جب حکم دے اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے۔

(مطلب) ان بتوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دے اور اس سے راضی ہو تو وہاں سفارش بے شک کام دے گی۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ بتوں کی سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے

(۸) وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَـقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ پ۲۵ع۱۳۔

ترجمہ۔ اور اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا۔ مگر جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر تھی۔

(مطلب) اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے اس کے علم کے موافق کلمۂ اسلام کہا اس کی گواہی دیں۔ بغیر کلمۂ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے۔ اور اتنی سفارش بھی صالحین کرینگے جو سچائی کو جانتے اور اس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں۔

(۹) فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَؕ پ۲۹ع۱۶۔ ترجمہ۔ پھر کام نہ آئے گی انکی سفارش، سفارش کرنے والوں کی۔

(مطلب) جب جنتی سُنیں گے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا گیا ہے۔ تب اُن گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوال کریں گے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے گر پڑے۔ وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے کھانا کھلاتے محتاج کو اور ہم باتوں میں بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ آ پہنچی ہم پر یقینی بات (موت) یعنی نہ ہم نے اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسروں لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بدصحبتوں میں رہ کر تشکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا۔ کہ انصاف کا دن بھی آنیوالا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کرتے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آ پہنچی۔ اور آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا۔ جن کی تکذیب کیا کرتے تھے جن بتوں کو تم سمجھتے تھے کہ آڑے

وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور مصیبت میں ساتھ ہوں گے۔ وہ کہاں چلے گئے۔ آج ہم ان کو تمہاری سفارش اور حمایت پر نہیں دیکھتے۔ حمایت و نصرت کے وہ علاقے آج ٹوٹ گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے۔ سب رفو چکر ہو گئے۔

جب کافر عذاب الٰہی میں گرفتار ہونگے تو اس وقت کا قبول کرنا کچھ کام نہ دے گا اس وقت تو سفارشیوں کی تلاش ہوگی جو سفارش کر کے خدا کی سزا معاف کرا دیں اور چونکہ ایسا سفارشی کافروں کو کوئی نہیں ملیگا تو یہ تمنا کرینگے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیجکر امتحان کر لیا جائے کہ اس مرتبہ اپنے جرائم کے خلاف کیسی نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرتے ہیں۔ لیکن اب اس تمنا سے کیا حاصل جبکہ پہلے خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کر چکے اور جو جھوٹے خیالات پکار رکھے تھے وہ سب رفو چکر ہوگئے۔

بتوں کا شفیع ہونا اور شفیع کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کے علم میں وہی چیز ہوگی جو واقعی ہو۔ لہٰذا تعلیم الٰہی کے خلاف ان غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا گویا خدا تعالےٰ کو ایسی چیزوں کے واقعی ہونے کی خبر دینا ہے۔ جن کا وقوع آسمان و زمین میں کہیں بھی اسے معلوم نہیں۔ یعنی کہیں ان کا وجود نہیں، ہوتا تو اس کے علم میں ضرور ہوتا۔ پھر اس سے منع کیوں کرتا۔

جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے۔ جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

ارشادات نبویؐ

(۱) حضرت عثمان ابن عفانؓ کا بیان ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء اور شہداء

(۲) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ میری امت میں سے بعض لوگ بڑی جماعت کی سفارش کریں گے۔ اور بعض لوگ قبیلہ کی سفارش کریں گے۔ اور بعض لوگ ایک تھوڑی جماعت کی سفارش کریں گے۔ اور بعض ایک شخص کی شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ سب اسی طرح جنت میں داخل ہوتے جائیں گے۔

(۳) حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ میری شفاعت اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے ساتھ ہوگی۔

(۴) حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے واسطے قیامت کے روز شفاعت کی خواہش کی۔ حضورؐ نے فرمایا انشاءاللہ میں کرونگا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا سب سے اوّل پلصراط پر۔ میں نے عرض کیا۔ اگر آپ مجھ کو وہاں نہ ملے تو فرمایا کہ میزان کے قریب دیکھنا۔ میں نے کہا اگر وہاں بھی حضورؐ کو نہ پاؤں فرمایا تو حوض پر دیکھ لینا۔ میں ان تین مقام کے علاوہ کہیں نہ جاؤں گا۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری شفاعت سے بہرہ ور وہ لوگ ہونگے۔ جنہوں نے صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔

(۶) حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز مومنین کو میدان قیامت میں اس قدر روکا جائے گا کہ ان کو اس سے نہایت اضطراب ہوگا۔ آپس میں کہیں گے کہ کسی سے شفاعت کرائیں تو شاید ہم کو آرام بہتر ہو۔ لہٰذا جمع ہو کر حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے۔ اور اُن سے کہیں گے آپ آدمؑ ہیں۔ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اپنی جنت رہنے کے واسطے عطا فرمائی ہے۔ فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا ہے۔ تمام اشیاء کے نام آپ کو تعلیم فرمائے ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ تاکہ ہم اس مقام سے راحت میں جائیں۔ حضرت آدمؑ کہیں گے۔ میں اس مرتبہ کے قابل نہیں ہوں۔ اور اپنے اس درخت کھانے کے گناہ کو یاد کریں گے۔ جس سے ان کو ممانعت کی گئی تھی۔ البتہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب میں پہلے نبی ہیں۔ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے۔ میں اس قابل نہیں اور اپنا وہ گناہ بیان کریں گے جو جہالت سے انہوں نے کر لیا تھا۔ ہاں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ رحمٰن کے دوست ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پھر لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہونگے وہ کہیں گے۔ میں اس قابل نہیں۔ تم حضرت موسےٰؑ کے پاس جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو تورات نازل فرمائی ہے اور ان سے کلام کر کے اپنا قریبی ہمراز بنایا ہے۔ تب لوگ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ یہ اپنا بیجا قتل ذکر کر کے کہیں گے۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول اور روح اللہ و کلمۃ اللہ ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ تب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا۔ اسی مقام پر مجھ کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ جب میں اجازت پاؤں گا۔ تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اور جب تک خدا چاہیگا دعا کرتا رہوں گا۔ ارشاد الٰہی ہوگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ۔ مانگو جو طلب کرو گے۔ ملے گا۔ جو کہو گے سنا جائے گا۔ شفاعت کرو گے قبول ہوگی۔ میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤنگا اور اپنے رب کی حمد و ثنا جو مجھ کو اس کی جانب سے تعلیم دی جائے گی۔ کروں گا۔ میرے واسطے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں اس مقام سے نکلوں گا۔ اور لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوبارہ مجھ کو اس کی اجازت ہوگی۔ جب میں اجازت ملتی ہوئی دیکھوں گا سجدہ میں گر پڑوں گا۔ تو جس قدر چاہونگا دعا کروں گا۔ پھر اللہ تعالےٰ فرمائے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ اور کہو سنا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول ہوگی جو مانگو گے دیا جائے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں سر اُٹھاؤنگا اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے موافق اس کی حمد و ثنا کروں گا اور پھر شفاعت کروں گا تو میرے واسطے حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اپنے مقام سے نکل کر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر جب تیسری دفعہ واپس آؤں گا۔ تو اپنے رب سے شفاعت کی اجازت چاہونگا مجھ کو اللہ تعالےٰ اجازت مرحمت فرمائیگا جب میں اجازت ملتی ہوئی دیکھوں گا۔ تو

سجدہ میں گر جاؤں گا اور جبتک خدا چاہے گا۔ دعا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔ محمدؐ! سر اٹھاؤ۔ سوال کرو ملے گا۔ شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ جو مانگو گے۔ پاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ اور اپنے رب کی تعلیم کے موافق اس کی حمد و ثنا کرونگا۔ پھر شفاعت کروں گا تو میرے واسطے ایک حد مقرر کر دی جائیگی۔ میں اپنے مقام سے نکل کر لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرونگا۔ البتہ وہ شخص رہ جائے گا۔ جس کو قرآن نے بند کر رکھا ہوگا۔ اور ہمیشہ کے واسطے اس کو دوزخی مقرر کیا جائیگا پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور فرمایا یہی وہ مقام محمود ہے۔ جس کا تمہارے نبی سے وعدہ کیا گیا ہے۔

دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں جب مجھے اجازت ملیگی تو میں سر اٹھا کر عرض کرونگا۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فرمان الٰہی ہوگا۔ محمد! جاؤ جس کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہو۔ اس کو دوزخ سے نکال لو میں جا کر نکال لونگا اور پھر آ کر حمد و ثنا کرونگا اور سجدہ میں گر جاؤں گا۔ ارشاد ہوگا۔ محمدؐ! سر اٹھاؤ جو مانگو گے ملیگا شفاعت۔ کروگے قبول ہوگی۔ میں سر اٹھا کر عرض کرونگا۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ فرمان باری تعالےٰ ہوگا۔ محمدؐ! جاؤ۔ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو بھی نکال لو۔ میں جا کر نکال لاؤں گا۔ اور پھر تیسری مرتبہ سجدہ میں گر جاؤں گا۔ خدا کی حمد و ثنا کروں گا۔ ارشاد ہوگا۔ محمدؐ سر اٹھاؤ اور سوال کرو جو مانگو گے ملے گا۔ شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ میں سر اٹھا کر عرض کرونگا یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فرمان ہوگا۔ اے محمدؐ جاؤ جس کے دل میں ادنیٰ ذرہ رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ میں جا کر نکال لوں گا۔ پھر چوتھی مرتبہ آ کر حمد و ثنا کروں گا۔ ارشاد ہوگا۔ محمدؐ سر اٹھاؤ اور مانگو جو مانگو گے ملیگا۔ سوال کروگے قبول ہوگا۔ شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا یا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اے رب مجھے اس شخص کو بھی نکالنے کی اجازت دے جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا ہو۔ ارشاد ہوگا۔ یہ تمہارا حق نہیں ہے۔ بلکہ مجھ کو اپنے عزت و جلال کی قسم اور کبریائی و عظمت کی قسم میں اس دوزخ میں سے اس کو بھی نکال لوں گا۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ (مشکوٰۃ باب الشفاعت)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندہ کی شفاعت کرینگے روزہ عرض کرے گا۔ میرے رب! میں نے اس پر کھانا پینا سب حرام کر دیا تھا۔ لہذا اس کے بارہ میں میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن کہے گا۔ میں نے اس پر رات کی نیند حرام کر دی تھی۔ اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کر۔ لہذا دونوں شفاعت کرینگے۔ (کتاب الصوم)

(۸) حضرت عمر ابن عاصؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ دراز کیجئے تاکہ میں حضورؐ سے بیعت کر دوں۔ حضورؐ نے اپنا دست مبارک بڑھایا۔ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! یہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اصل یہ ہے کہ میں کچھ شرط کرنی چاہتا ہوں۔ فرمایا اچھا جو شرط کرنا چاہتے ہو وہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے افعال گزشتہ کی مغفرت۔ ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام کے ذریعہ وہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں جو اسلام سے قبل کئے ہوں۔ اور اس طرح ہجرت کے ذریعہ وہ افعال معاف ہو جاتے ہیں جو قبل ہجرت انسان نے کئے ہوں اور حج کے ذریعہ وہ گناہ مٹ جاتے ہیں۔ جو اس سے پہلے کئے ہوں۔

(۹) حضرت علیؓ کہتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کو یاد کر کے اس کے حلال و حرام کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور دس آدمیوں کے متعلق شفاعت قبول فرمائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک شخص ہوگا۔ جس پر دوزخ واجب ہو گئی ہوگی۔ (مشکوٰۃ باب فضائل القرآن)

(۱۰) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے دو بچے صغیر سن فوت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کے ذریعہ سے ان کے والدین کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! جس کا ایک بچہ فوت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جس کا ایک بچہ بھی فوت ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو فرمایا اس کے واسطے میں کافی ہوں۔ میرے برابر اس کا شفاعت کنندہ کون ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب کسی بندہ کا بچہ فوت ہو جاتا ہے اس وقت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندہ کے بچے کی رُوح کو قبض کر لیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں باری تعالےٰ۔ پھر فرماتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندہ کے جگر پارہ کی روح کو قبض کر لیا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ جی ہاں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اس مصیبت کے وقت کیا کہا۔ فرشتے یہ عرض کرتے ہیں۔ اس نے تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کے واسطے جنت میں مکان تیار کرو۔ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (مشکوٰۃ باب بکا علی المیت)

بخار کا سبب اور علاج

ڈاکٹر شبیر احمد صاحب ہومیو

گذشتہ سے پیوستہ

گویا ان دو نامور ڈاکٹروں نے بھی یہ شہادت دے دی کہ ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے بخار ٹوٹ جاتا ہے ۔ اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ مگر بخوفِ طوالت ہم ان دو ہی پر اکتفا کرتے ہیں ۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو جہنم سے تشبیہ دی ہے ۔ جہنم کیا ہے ؟ سخت تپش یا گرمی کا دوسرا نام یا بالفاظِ دیگر جسم کے اندر آگ لگنے یا بدن کا آگ سے جلنے کا نام بخار ہے ۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح سب پر واضح ہے کہ ۱۰۳ سے ۱۰۵ ڈگری فارن ہیٹ میں مبتلا مریض کا جسم جلتا محسوس ہوتا ہے ۔ اور اگر پانی سے تر کیا ہوا کپڑا اس کے بدن پر لگایا جائے تو وہ اتنا ہی جلدی خشک اور گرم ہو جاتا ہے جتنا کہ آگ کے نزدیک رکھنے یا دھوپ میں ڈالنے سے ہو جاتا ہے ۔ یا یوں کہیئے کہ مبتلاءِ بخار مریض کے جسم میں بھی دھوپ یا آگ جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں ۔ ہمارے سائنس دان یہ مانتے ہیں کہ جسم میں جب فاسد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کا باقاعدہ اخراج نہیں ہو سکتا تو قدرت اس فاسد مواد کو جلانے کے لئے جسم میں آگ بھڑکا دیتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۰۳ فارن ہیٹ پر بخار فاسد اور زہریلے مادوں کو جلا کر رکھ دیتا ہے اور دواؤں کے بغیر بھی بعض اوقات بحالیٔ صحت قریب تر ہو جاتی ہے ۔ یہ جان لینے کے بعد کسی عاقل کو یہ سمجھ لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہیئے ۔ کہ آنحضرت ﷺ نے جہنم کی جو تمثیل دی ہے وہ بھی غلط نہیں ۔ شاید اس بات کی تشریح کرنے کی مزید ضرورت نہیں کہ پانی اور بخار کا کیا تعلق ہے ؟ البتہ اتنا لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ پانی کی سب سے بڑی خاصیت آگ کو شکست دینا ہے یا آگ کو بجھانا ہے ۔ اور چونکہ بخار آگ ہی کا دوسرا نام ہے ۔ لہٰذا اس کا مناسب اور بہتر علاج پانی ہی ہو سکتا ہے (اگرچہ بعض اوقات ہمیں دواؤں کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے) یہ ایک قدرتی امر ہے کہ بخار کے مریضوں کو شدت کی پیاس لگتی ہے ۔ ہمارے ہاں ایک غلط رواج یہ بھی ہے کہ بخار کے مریضوں کو پانی نہیں دیا جاتا ۔ اور یوں قدرتی علاج سے انحراف کیا جاتا ہے ۔ تمام ڈاکٹروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بخار کے مریضوں کو بافراط پانی پلایا جائے ۔ اندرونی طور پر بکثرت پانی پلانا اور بیرونی طور پر بذریعہ اسفنج یا تر کپڑا ٹھنڈے پانی سے بدن کو غسل دینا بخار کم کرنے کا بہترین علاج ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ ضد میں آ کر کوئی نہ مانے ۔ مگر ایسی ہٹ دھرمی سے حقیقت نہیں بدل سکتی ۔

بھلا بتایئے تو سہی کہ اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم آپ کے واسطے یا آپ کے کسی عزیز ترین رشتہ دار یا دوست کے لئے بخار کی حالت میں پانی سے غسل دینے کی بابت کہے تو کیا آپ اس کی ہدایت پر عمل نہیں کریں گے ؟ یا کوئی معالج اگر آپ کو کسی بیماری میں سنکھیا یا کچلہ کی مناسب مقدار کھانے کو تجویز کرے تو کیا آپ انکار کر دیں گے ؟ اگر نہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے انگریزی ماحول میں پروان چڑھنے والوں اور فرنگیوں کے ہر فعل و قول پر اعتماد اور بھروسہ کرنے والے طبقہ کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ہدفِ طنز بنائیں ! میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کے دل ہی زنگ آلود ہو چکے ہیں ۔ ان کے فرمودات محمدیؐ کے سمجھنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی ۔ سچ ہے ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شہبازی (اقبالؒ)

احادیث نبویؐ کو صرف وہی دل و دماغ سمجھ سکتے ہیں جو انھیں سمجھنے کی طرف مائل ہوں ۔ جن پر یورپ کی اندھی تقلید سوار ہو انھیں بجز اعتراض کے اور کچھ نہ سوجھے گا البتہ سچے مسلمان کو اقوال رسولؐ پر اتنا ہی یقین ہو سکتا ہے جتنا کہ ہم کو اپنے خاندانی ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخہ پر ہوتا ہے ۔ بلکہ سچ پوچھیئے تو رسول اللہؐ کے ارشادات پر اس کو اس سے بھی زیادہ ایمان و یقین ہونا چاہیئے ۔

خلاصہ

بخار آگ یا گرمی کا دوسرا نام ہے معتبر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ پانی بخار کو کم کرنے کے لئے بڑی کارگر چیز ہے ۔ تجربہ شاہد ہے کہ پانی پلانے سے اور بیرونی طور پر استعمال کرنے سے بخار جلد ٹوٹ جاتا ہے یا کم از کم اس کی تیزی کم ہو جاتی ہے اور اس عمل سے کسی قسم کا اندیشہ یا نقصان ہونے کا احتمال بہت کم ہے ۔

بقیہ انجام

صد ۱۲ سے آگے

ظلم کیا ۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ۔ ان کا انکار کیا ۔ نتیجہ یہ نکلا ۔ کہ گناہوں کی پاداش میں نیست و نابود ہو گئیں ۔

(۴) فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ○

(الحشر آیت ۱۷)

پس ان دونوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے ۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے ۔ !

یعنی شیطان اور اس کے پیرو جو کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں دونوں دوزخ میں جائیں گے ۔

(۵) بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ○ (یونس ۔ آیت ۳۹ ۔ ع ۴)

ترجمہ ۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلایا جسے وہ سمجھ نہ سکے ۔ اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی نہیں ۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے ۔ انہوں نے بھی جھٹلایا تھا ۔ سو دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا

"یعنی قرآن کو "مفتری" کہنا سمجھ کر نہیں محض جہل و سفاہت اور قلت تدبر سے ہے ۔ تعصب و عناد انہیں اجازت نہیں دیتا کہ ٹھنڈے دل سے قرآن کے حقائق اور وجوہ اعجاز میں غور کریں ۔ بدفہمی یا قوائے فکریہ کے ٹھیک استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآن پاک کے دلائل و عجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے تو جھٹلانا شروع کر دیا ۔

بعض مفسرین نے "تاویل" کے معنی تفسیر کے لئے ہیں ۔ یعنی مطالب قرآن ان کے دماغ میں نہیں اُترے ۔ اور بعض نے قرآنی پیشگوئیاں مراد لی ہیں ۔ یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں

بقیہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(صـ ۱۹ سے)

خواہش مت کرنا۔ ہمیشہ سچ بات کہنا چاہے اس میں تمہاری جان بھی چلی جائے۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ مظلوم کی مدد کرنا اور ظالم کے دشمن رہنا۔ اس کے بعد آپؓ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۝ آپؓ نے چار سال نو ماہ تک خلافت کے کاموں کو سنبھالا وفات کے وقت آپؓ کی عمر ۶۳ سال کی تھی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپؓ کو غسل دیا اور پھر حضرت امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پھر کوفہ کی جامع مسجد کے نزدیک سپرد خاک کر دیا۔ آپ کی وفات سے خلفائے راشدین کا عہد زریں ختم ہوا۔ ان کا زمانہ رسول پاکؐ کے بعد اسلامی تاریخ کا بہترین دور ہے۔ خلفاء سچے معنوں میں رسول پاک کے جانشین تھے۔ اور ان کی حکومت کا مطلب صرف نیکی اور عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ انہوں نے حکومت کا ایسا نظام قائم کیا تھا جو اب تک مسلمانوں کے لئے درخشاں درخشاں مثال ہے۔ غرض حضرت علیؓ میں وہ سب خوبیاں تھیں جن کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ تم میرے لئے حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی طرح ہو۔ اور فرمایا کہ چونکہ نبوت مجھ پر ختم ہے اگر میرے بعد کوئی دوسرا نبی ہوتا تو وہ تمہیں کو بنایا جاتا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اور مجھے سرورِ عالم اور اس کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا غلام غوث صاحب کی زبان بندی

لاہور۔ ۲۳ر اگست ۱۹۶۰ء کو حکومت مغربی پاکستان نے سیفٹی ایکٹ کے تحت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کو ایک نوٹس دیکر چھ ماہ کے لئے ان کو میونسپل کمیٹی لاہور کی حدود میں پابند کر دیا ہے اور ہر قسم کی تقریر و تحریر اور کسی میٹنگ میں شرکت کرنے سے روک دیا ہے۔ لہٰذا مولانا کے چھ ماہ تک کے تمام پروگرام منسوخ سمجھے جائیں۔

(آفس سیکرٹری دفتر ترجمان الاسلام)

(وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں)

ضلع بہاولنگر کی دیہی آبادی میں

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا اجراء

فورٹ مروٹ ضلع بہاولنگر کے ستر میل کے علاقہ میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جو اہل علاقہ کی دینی اور علمی ضرورتوں کو پورا کر سکے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اہالیانِ چک ایچ۔ آر ۲۹۸ نے اپنے چک میں ایک مدرسہ جاری کیا ہے جس کا نام ”مدرسہ عربیہ احیاء العلوم چک نمبر H-R-298“ رکھا گیا ہے۔ مئی ۱۹۶۰ء سے باقاعدگی کے ساتھ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے۔

مدرسہ ہٰذا کا نصاب وقت کی اہم تعلیمی اور دینی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر تجویز کیا گیا ہے۔ جس میں کتاب و سنت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے امتحانات مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل کی تیاری کے ساتھ ساتھ طلبہ کے اندر بی اے تک انگلش کی قابلیت بھی پیدا کی جائے گی

داخلہ کھلا ہے۔ اور داخل ہونے کے لئے طالب علم کا کم از کم پرائمری پاس ہونا لازمی ہے۔ طلبہ کے قیام و طعام اور کتابوں وغیرہ کا مدرسہ ہی کفیل ہے۔

المعلن

مولانا حبیب اللہ صاحب

مہتمم مدرسہ عربیہ

احیاء العلوم ٭

چک ۲۹۸ ایچ آر

خدام الدین اپنے احباب کو دکھائیے



بچوں کا صفحہ

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ

جناب برکت اللہ انجم۔ کوہاٹ

پیارے بھائیو! آج کی محفل میں آپ کو خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالاتِ زندگی سے روشناس کراتا ہوں۔

آپ حضور علیہ السّلام کے چچا زاد بھائی حضرت ابُو طالب کے بیٹے تھے۔ بعثتِ نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اس حساب سے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے تیس برس چھوٹے تھے۔ آپ کی والدہ حضور اکرمؐ کی پھوپھی تھی۔ آپ کو بچپن ہی سے حضور علیہ السّلام سے محبّت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ ہر وقت حضورؐ کی صحبت میں رہتے تھے اور ہر مصیبت میں رسُول پاک کا ساتھ دیتے تھے۔ اور ہجرت کی رات کو جبکہ دشمن سر پر کھڑا تھا آپ امانتیں ادا کرنے کی غرض سے پیچھے رہ گئے تھے۔

قبولِ اسلام ابھی آپ کی عمر دس سال کی تھی کہ رسُولِ پاکؐ نے نبوّت کا دعوٰی کیا۔ ایک دن حضورؐ نے آپ کو بُلایا اور کہا: "علیؓ! میں خدا کا بندہ اور اس کا بھیجا ہؤا رسول ہوں۔ اس لئے تم مجھ پر ایمان لے آؤ اور مسلمان ہو جاؤ"۔ آپ نے جب رسُولؐ پاک کی یہ بات سُنی تو عرض کیا۔ "بہت اچّھا! اگر اجازت ہو تو اپنے باپ سے اجازت لے لُوں"۔ یہ کہہ کر گھر کی طرف دَوڑے۔ راستہ میں خیال آیا، کہ جب والد صاحب نے مجھے ان کے سپُرد کر دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کے ہر حکم کی تعمیل کرنا، تو پھر اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ بچّوں میں سب سے پہلے آپ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آپ جرأت اور بہادری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اُحد اور خندق کی لڑائیوں میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کو تاریخ کبھی نہیں بھُول سکتی۔ خیبر کی لڑائی میں جب ایک قلعہ کسی طرح سر نہ ہوا تو رسُولِ پاکؐ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ اس بے جگری سے لڑے کہ یہودی سردار مرحّب کو مار گرایا اور بزور قلعہ میں داخل ہو گئے۔

دینی علوم میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ تھا۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ"۔ اکثر صحابہؓ کرام مشکل مسائل آپ سے دریافت فرماتے تھے۔ آپ نہایت عبادت گزار تھے جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو چہرہ خوفِ خدا سے زرد ہو جاتا تھا۔

آپ نہایت سادگی پسند تھے۔ ہمیشہ سادہ لباس زیبِ تن کرتے تھے۔ اور خوراک بھی نہایت سادہ کھاتے تھے۔ بزرگوں کا ادب کرتے اور بچّوں پر شفقت فرماتے۔ عدل و انصاف میں آپ کافی مشہور تھے۔ آپ نے کبھی دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں کی۔ آپ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرح بہت مہمان نواز تھے۔

۲ھ میں رسُول پاک کی پیاری بیٹی بی بی فاطمہؓ سے آپ کا نکاح ہؤا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۱ سال اور خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمہؓ کی عمر مبارک ۱۵ سال تھی۔ پیارے بھائیو! بی بی فاطمہؓ آج کل کی لڑکیوں کی طرح چالیس، پچاس جوڑے اور دیگر ساز وسامان جہیز میں نہیں لائی تھیں۔ بلکہ ایک چادر ایک گدا جو کہ کھجور کے پتّوں سے بھرا ہؤا تھا۔ ایک مشکیزہ، ایک چارپائی، دو مٹّی کے گھڑے اور دو چکّیاں اپنے ساتھ جہیز میں لائی تھیں۔ اور حضرت علیؓ بھی موجودہ نیولاٹ کے نوجوانوں کی طرح فیشن ایبل نہ تھے۔ بلکہ آپ کے لباس میں ہمیشہ پیوند لگے ہوتے ہوتے تھے۔

آپ نے حیاتِ رسُولؐ میں کئی جنگوں میں شرکت کی۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ احزاب۔ جنگ خیبر۔ جنگ تبوک۔ جنگ وادی رمل وغیرہ۔ اور ان میں خوب جوہر دکھائے۔ جنگ وادی رمل میں آپ نے ایسی چال چلی کہ دشمن حیران رہ گیا۔ دراصل یہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جہاں کئی نشیب و فراز تھے اور دشمن ایسے ہی ڈھلوانوں میں چھُپا بیٹھا تھا۔ سب سے پہلے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر لے کر حملہ آور ہوئے لیکن دشمنوں نے انہیں منتشر کر دیا۔ اس کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا گیا۔ ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا اور کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ پھر عمرو بن العاصؓ کو بھیجا گیا۔ ان کے ساتھ بھی دشمنوں نے وہی سلوک کیا۔ اس کے بعد حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو بھیجا۔ آپ نے کسی دوسرے راستہ سے ایسا حملہ کیا کہ دشمن کو بالکل خبر نہ ہوئی اور ایسا پسپا ہؤا کہ سوائے فرار کے دوسری کوئی صورت نظر نہ آئی

شہادت جنگ نہروان میں جو لوگ بچ گئے تھے۔ ان میں تین آدمی ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے باہمی فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ کو قتل کیا جائے۔ تاکہ یہ معاملہ طے ہو جائے۔ ان تین آدمیوں کے نام یہ تھے: برک ابن عبد۔ عمرو بن ابی بکر۔ عبدالرحمٰن ابن بلجم۔ یہ لوگ بظاہر تو مسلمان تھے لیکن اصل میں منافق تھے چنانچہ عبدالرحمٰن ابن بلجم نے اپنے آپ کو اس کام کے سرانجام دینے کے لئے پیش کیا اور ایک دن اپنا خنجر اچھی طرح سے تیز کیا اور پھر اسے زہر میں بجھا کر رات کے وقت مسجد میں آ گیا اور وہیں سو گیا۔ صبح کے وقت جب آپؓ نماز پڑھانے آئے تو اس کم بخت نے اپنے زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے آپؓ پر وار کیا۔ آپؓ بری طرح زخمی ہوئے اور گر پڑے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں وصیّت کی کہ دشمن سے میرا بدلہ نہ لینا۔ اگر میں خود اچّھا ہو گیا تو یہ کام میں خود سرانجام دوں گا۔ اس کے علاوہ دُنیا کی

(بقیہ بر صفحہ ۱۸

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

شرح چندہ
سالانہ: گیارہ روپے ششماہی: چھ روپے
سہ ماہی: تین روپے

منظور شدہ محکمہ تعلیم و جیل مغربی پاکستان

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا